نظام جماعت میں اطاعت کی بقاء

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى پر منحصر ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2/اگست 1996ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (المائدہ:3)

پھر فرمایا:

اس آیت کریمہ میں جو نصائح فرمائی گئی ہیں ان میں سے ابتدائی نصائح کا تعلق تو حج سے تعلق رکھنے والے مناسک اور محرمات اور حرمات سے ہے۔ جو عزت کے لائق ہیں ان کی عزت کرو، ان کی عزت کے حق ادا کرو اور ہرگز کسی پہلو سے بھی کوتاہی نہ کرو اور حج کے فریضے کے وقت جن جن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے ان سے رُکے رہو، یہ عمومی نصیحت ہے جو فرمائی گئی ہے۔ اس کے بعد آیت کا وہ آخری حصہ جس کے پیش نظر میں نے اس آیت کا آج انتخاب کیا ہے وہ تعاون سے تعلق رکھتی ہے۔ فرمایا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى نیکی اور تقویٰ پر تعاون کرو اور اس سے پہلے اس آیت کا جو حصہ ہے وہ یہ ہے وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا یہ وہ لوگ جنہوں نے مذہب کی دشمنی میں تمہیں حج بیت اللہ سے باز رکھا، روکے رکھا اور اس لحاظ سے انہوں نے تم پر ظلم کیا ان کی یہ دشمنی بھی تمہیں ان سے انصاف کرنے سے مانع نہ بنے۔ جہاں تک انصاف کے تقاضے ہیں ان کے معاملے میں پورے کرو لیکن صرف انصاف کے تقاضے پورا کرنا ہی تمہاری شان نہیں ہے۔ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ان سے تقویٰ اور نیکی میں تعاون بھی کرو۔

یہ عظیم الشان عالمگیر تعلیم ہے جس کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں بہت سے مسلمان علماء بعض دوسری آیات سے ایسا استنباط کرتے ہیں جو ان آیات کے واضح مضامین سے متصادم ہے، بیک وقت دونوں اکٹھے ہو ہی نہیں سکتے۔ پس قرآن کریم میں جو محکمات ہیں ان کے تابع متشابہات کی تاویل کی جاتی ہے نہ کہ متشابہات کے تابع محکمات کی۔ یہ وہ آیت ہے جو محکمات میں سے ہے۔ نہایت ہی اہم فرائض بلکہ تمام امت مسلمہ کے فرائض میں سے سب سے مرکزی فریضہ جو حج کا ہے اس کے متعلق تعلیم دی جا رہی ہے۔ قطعیت کے ساتھ یہ محکمات میں داخل آیت ہے اور اس تعلق میں دو نصیحتیں جو فرمائی گئی ہیں ایک یہ کہ تم جب صاحب اختیار بنو تو ہرگز ایسی قوم سے بھی ناانصافی سے پیش نہ آؤ جو تم سے ناانصافی سے پیش آتی رہی ہو اور تمہارے دینی فرائض میں بھی مخل رہی ہو ان کے تعلق میں بھی یاد رکھو کہ تم نے مضبوطی کے ساتھ عدل کا دامن پکڑے رکھنا ہے اور مزید برآں اگر وہ نیک کام کریں تو ان سے نیک کام میں تعاون کرو اور تقویٰ میں تعاون کرو۔ اب اکثر وہ تقویٰ سے تو عاری ہوتے ہیں اس لئے یہاں تقویٰ کا کیا مضمون ہے۔ تقویٰ کا جو مضمون یہاں پیش نظر ہے وہ ابتدائی، بنیادی انسانی فطرت میں ودیعت شدہ تقویٰ ہے یہ بات غلط ہے کہ ہر قوم کلیۃً تقویٰ اللہ سے عاری ہو چکی ہوتی ہے۔ مشرکین بھی بعض کام اللہ کے تقویٰ سے اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ ہندو مشرکین میں داخل ہیں ان میں ایسے لوگ بھی بت پرست ہیں جو محض خدا کی خاطر اور اللہ کے خوف کی خاطر صرف بنی نوع انسان میں سے ضرورت مندوں کی مدد نہیں کرتے بلکہ جانوروں کو بھی روٹی ڈالتے اور دانے پھینکتے ہیں۔ ایک موقع پر ایک ایسے ہی مشرک نے جو اپنے شرک کے زمانے میں پرندوں کو روٹی ڈالا کرتا تھا یا دانے پھینکا کرتا تھا یا گوشت پھینکتا تھا، چیلیں اٹھا کے لے جائیں، اس نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ باتیں جو میں خدا کی خاطر اس زمانے میں کیا کرتا تھا ان کا بھی کوئی اجر

ہے۔آپؐ نے فرمایا اجر تو مل گیا تمہیں۔تم جو ہدایت پا گئے تو اور اجر تمہیں کیا چاہئے۔یہ انہی نیکیوں کا اجر ہے۔پس تقویٰ ان میں بھی ہوتا ہے جو مشرک ہوں مگر محدود تقویٰ ہے اور تقویٰ کے جو ابتدائی معنی ہیں،ان میں آپ کو تقویٰ کی جھلکیاں دکھائی دیں گی اور دنیا میں کوئی انسان بھی نہیں ہے جو کسی نہ کسی پہلو سے تقویٰ کے مضمون پر عمل نہ کرتا ہو۔بعض دہریہ ہیں لیکن تقویٰ کا وہ مضمون جو سچائی سے تعلق رکھتا ہے وہ ان کے اندر بھی آپ کو دکھائی دے گا۔تقویٰ کے بغیر کوئی ہدایت نہیں ہے۔سوال یہ ہے کہ یہ مغربی قومیں جو خدا کے تصور کے بغیر ایک تحقیق کا سفر اختیار کئے ہوئے ہیں کیوں ان کو جزا مل رہی ہے،کیوں ان کی تحقیقات کو بے شمار پھل لگ رہے ہیں۔اس لئے کہ وہاں بھی جب تک یہ تقویٰ پر قدم رکھتے ہیں ان کو پھل ملتا ہے،جہاں تقویٰ سے ہٹ جاتے ہیں ان کو کوئی پھل نہیں ملتا۔چنانچہ ایک لمبا عرصہ انہوں نے سائنس کی دنیا میں داخل ہونے سے پہلے اپنے تصورات کی متابعت کرتے ہوئے دولتمند بننے کی کوششیں کی ہیں۔جس طرح ہمارے ملک میں کیمیا گری کی تلاش رہی ہے مغربی قوموں میں بھی کئی قسم کے نسخے استعمال ہوا کرتے تھے اور مذہب کے غلط تصورات کے نتیجہ میں یہ جستجو کیا کرتے تھے کہ کس طرح ہم جلد سے جلد اپنے مقصد کو حاصل کرلیں۔ان میں منفی مقاصد بھی ہوتے تھے اور مثبت بھی لیکن کبھی کسی کو کوئی پھل نہیں لگا۔ان میں بعض دفعہ یہ بھی رواج تھا کہ اپنے دشمن کو مارنے کے لئے یہ اس کے بت بناتے،موم کے بت بناتے اور عین اس کے دل میں سوئیاں پیوست کردیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اب یہ سوئی جو ہے یہ اس کے دل میں چبھے گی۔اب یہ ساری جہالت کی باتیں ہیں تقویٰ سے عاری ہیں یعنی تقویٰ کے ان معنوں سے بھی عاری ہیں جو بنیادی طور پر ہر انسان کو کسی نہ کسی حد تک نصیب ہوا ہے۔

دراصل تقویٰ دل کی سچائی کا دوسرا نام ہے اور اگر دل سچا ہو تو پھر خدا تعالیٰ سے ہٹ کر الگ راہ اختیار نہیں کرسکتا۔اسی لئے قرآن کریم نے ہدایت کے آغاز میں ہی یہ فرمایا هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرۃ:3) کتاب میں تو کوئی شک نہیں،اس میں ایک ذرہ بھی شک نہیں کہ کتاب اللہ کا کلام ہے۔اس میں ایک ذرہ بھی شک نہیں کہ یہ الکتاب ہے یعنی کامل ہدایت ہے اور اس میں ذرّہ بھی شک نہیں کہ اس میں ہدایت کے سوا اور کچھ بھی نہیں لیکن هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ہدایت متقیوں کو ہی دے گی۔جن میں تقویٰ نہیں ان کو کوئی ہدایت نہیں بخشے گی۔پس یہاں بھی وہی تقویٰ کا ابتدائی معنیٰ

ہے کہ اگر دل میں سچائی ہے تو پھر یہ ہدایت دے گی اگر دل میں سچائی نہیں ہے تو ہدایت نہیں دے گی۔تو یہ سچائی کا مضمون تقویٰ کے آغاز سے تعلق رکھتا ہے۔بغیر سچائی کے تقویٰ قائم نہیں ہوسکتا اور اگر تقویٰ کا خدا کے حوالے سے مضمون پیش نظر نہ بھی ہو تو ہر انسان کی سچائی اس کا تقویٰ بن جاتی ہے کیونکہ تقویٰ کا مطلب بنیادی طور پر یہ ہے کہ ٹھوکروں کی جگہ سے بچ کر چلنا، جہاں نقصان ہو اس سے ہٹا کر قدم رکھنا اور ان معنوں میں تقویٰ کا سب سے عام معنی یہی ہے کہ انسان سچائی کو اختیار کرے سچائی کی روشنی میں آگے بڑھے اور جہاں جہاں ٹھوکر کا مقام ہے اس سے بچے۔پس اس پہلو سے ہر انسان کا تقویٰ کوئی نہ کوئی مفہوم رکھتا ہے یا رکھ سکتا ہے اور جتنی انسانی ترقی ہدایت کی طرف ہوئی ہے خواہ وہ مادی ترقی ہی کیوں نہ ہو وہ تمام تر تقویٰ پر مبنی ہے۔ جہاں انسان نے جھوٹ کی پیروی کی وہاں اس کو کوئی بھی پھل نہیں ملا محنت کا۔

پس یہاں جو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اور ان قوموں سے تعاون خاص طور پر پیش نظر ہے جنہوں نے شرک اختیار کیا، جنہوں نے ظلم کیا ہے اس لئے تقویٰ کا وہ معنیٰ لینا پڑے گا جو سب سے عام اور وسیع تر معنی ہے۔ان لوگوں سے بھی اچھی باتیں ہوتی ہیں ان میں ان سے تعاون کرو۔**حلف الفضول** کی مثال وہ مثال ہے جو مشرکین کے دور میں تقویٰ سے تعلق رکھتی ہے۔اس زمانے میں بھی ان میں نیک لوگ تھے اور مظلوم کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور اس حمایت کے جذبے ہی نے ان کو مجبور کیا جو تین فضل نامی اشخاص تھے کہ ایک معاہدہ کی بنیاد ڈالیں جس میں شامل ہونے والے خواہ ان کے نام فضل ہوں یا نہ ہوں، جو بھی شامل ہوں یہ عہد کریں کہ ہم ضرور مظلوم کی حمایت کریں گے۔تو یہ تقویٰ ہے جس پہ آنحضرت ﷺ نے رسالت سے پہلے بھی تعاون فرمایا اور یہ وہ تعاون ہے جس کی امت کو تعلیم دی جا رہی ہے اور اس میں مذہب کا فرق مٹا دیا گیا ہے۔بد قوموں سے بھی، مشرک قوموں سے بھی نیکیوں میں تعاون کرو۔

یہ اتنی اہم تعلیم ہے کہ اگر اس کو ہم سمجھ لیں تو کسی اطاعت کے جذبے پر زور دینے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کیونکہ تعاون میں طوعی مضمون داخل ہے۔نیک کام ہو رہا ہے دیکھتے ہو تو آگے بڑھو اس میں حصہ لو۔تو جو لوگ نیکیوں میں تعاون کرتے ہوں اور یہ نہ پوچھتے ہوں کہ کیوں کریں، آخر کس کا حکم ہے، ان لوگوں کو جن کو اس سوال کی عادت نہ رہے نیکی اپنی طرف کھینچے اور

بے اختیار اچھی بات ہوتی دیکھیں تو آگے بڑھ کر اس میں حصہ لینے کی کوشش کریں ان کو کیا ضرورت ہے کہ ان کو زور سے کہا جائے اطاعت کیا کرو کیونکہ اطاعت تو ہے نیکی میں۔ جن کو تعاون کی روح سے نیکیاں اختیار کرنے کا جذبہ ہو، وہ اس میں بے اختیار پائیں اپنے آپ کو وہ نیکی میں حصہ لئے بغیر رہ نہ سکیں ان کی اطاعت کامل ہو جایا کرتی ہے، ناممکن ہے کہ وہ اطاعت سے پیچھے ہٹیں۔

پس آپ جماعت کے نظام پر غور کر کے دیکھیں اطاعت سے باز رہنے والے وہی ہیں جن کو نیکیوں میں تعاون کی عادت نہیں ہے۔ وہ سوال کرتے ہیں کیوں کریں؟ کس نے آپ کو اتھارٹی دی ہے؟ حالانکہ جو نیک کام میں تعاون کی ہدایت فرمائی گئی ہے اس میں کسی اتھارٹی کا ذکر نہیں۔ نیک کام میں تعاون کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر پہلو سے اپنے ماتحتوں سے ان کے کاموں میں تعاون فرمایا کرتے تھے۔ رستہ دکھانے میں تعاون، بوجھ اٹھانے میں تعاون، گھر کے کاموں میں، مشاغل میں تعاون، کوئی سوال کرنے والی بڑھیا آ کے سوال کرتی تھی تو تعاون کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ کسی بچے کا پیغام آ گیا کہ مجھے آپؐ کی ضرورت ہے اٹھ کے اس کے گھر روانہ ہوئے۔ جو سب سے زیادہ مطاع بنایا گیا جس سے بڑھ کر مطاع کا مضمون کسی کی ذات میں تصور نہیں کیا جا سکتا یعنی آنحضرت ﷺ ہر نیکی کے مضمون میں، ہر الٰہی مضمون سے تعلق رکھنے والے معاملات میں سب کے سردار بنائے گئے اور سب کو آپؐ کے تابع فرما دیا گیا۔ وہ آدم کو فرشتوں کا سجدہ کرنا جس کا قرآن کریم میں ذکر ملتا ہے وہ خلیفہ کے سامنے سجدہ تھا، خلیفۃ اللہ کے سامنے اور وہ اپنے اعلیٰ معانی کے طور پر حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ ہی تھے حالانکہ اس سے پہلے تمام انبیاءؑ بھی خلفاء ہی ہیں یعنی براہ راست اللہ کے خلیفہ اور ان کے ساتھ نیکیوں میں تعاون کرنے کا تمام کائنات کو حکم دیا گیا ہے۔ اس میں فرشتہ صفت لوگ بھی شامل ہیں، فرشتے بھی شامل ہیں۔ جب فرشتے شامل ہو جائیں تو کائنات کا سارا نظام داخل ہو جایا کرتا ہے۔ اس لئے بسا اوقات آپ جو اعجازی نشان دیکھتے ہیں آپ سمجھتے ہیں کہ قانون قدرت کو توڑا گیا ہے۔ قانون قدرت کو توڑا نہیں جاتا بلکہ فرشتوں کے سجدے کا ایک یہ بھی مضمون ہے کہ خدا تعالیٰ کے قوانین میں جہاں جہاں گنجائشیں موجود ہیں وہاں خلیفۃ اللہ کی ضرورت پوری کرنے کے لئے ان کو استعمال کرو اور وہ انسان جو ابھی سائنسی لحاظ سے ترقی کی ادنیٰ منازل پر ہو وہ اپنے وقت میں اس مضمون کو سمجھ نہیں سکتا۔ وہ سمجھتا ہے معجزہ ہو گیا۔ معجزہ تو

ہوا لیکن قانون قدرت کو توڑنے کا معجزہ کبھی نہیں ہوا کرتا کیونکہ وہ قانون دان جو قانون بناتے وقت ضرورت کا خیال نہ رکھے اور اسے علم نہ ہو کہ کبھی میرا قانون ناکافی ہو جائے گا اور میرے مقاصد کی راہ میں حائل ہوگا اس کو توڑے بغیر میں اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکتا وہ قانون ناقص ہے۔

پس اللہ کا قانون قدرت کامل قانون ہے اس میں ادنیٰ بھی آپ تضاد نہیں پائیں گے۔ جتنا چاہیں نظر دوڑائیں، نظر تھکی ہوئی واپس آجائے گی اور کوئی تضاد نہیں پائے گی یہ مضمون ہے قانون کے کمال کا۔ تو نبیوں کے لئے قانون توڑنے کا کیا مطلب ہے۔ اس لئے نبیوں کے لئے جو قانون ٹوٹتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں ہمیں اپنے وقت کی معلومات کے لحاظ سے ان کی کمی کے پیش نظر یوں معلوم ہوتا ہے جیسے قانون توڑا گیا ہے۔ بعض لوگ آگ پر چلتے ہیں، قانون نہیں ٹوٹتا کیونکہ ایسے مادے موجود ہیں جن کو اگر استعمال کیا جائے اور پاؤں پر اچھی طرح ان کو مل لیا جائے تو انسولیشن پیدا کر دیتے ہیں اور جلنے والے احساسات کو وہ ختم کر دیتے ہیں، ان کی قوت سلب ہو جاتی ہے، ایک قسم کی فالجی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اول تو جلنے کی راہ میں وہ مادے روک بن جاتے ہیں اور دوسرے احساس میں کمی آنے کی وجہ سے ایک انسان کوئلوں پر چلتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور البانیہ میں یہ بہت رواج ہے کہ بعض صوفی اپنا رعب ڈالنے کی خاطر وہ لوگوں کو یہ تماشے دکھاتے ہیں کہ دیکھو آگ کے کوئلے سلگاؤ ہم اس پر چل کر دکھائیں گے ہم خاص خدا والے لوگ ہیں اس لئے ہر معاملے میں ہماری اطاعت کرو۔ یہ بالکل جھوٹ ہے اور فرضی بات ہے۔

مگر آگ ٹھنڈا کرنے کے قوانین خدا نے خود بنائے ہوئے ہیں۔ ان قوانین کا علم ہو جائے تو پھر آپ کے لئے آگ ٹھنڈی ہو سکتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا قانون ایک بالا قانون ہے اور تعاون کے ذریعے جب انسان نیکیوں میں تعاون کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کے قوانین کی تائید ہوتی ہے، ان کی مخالفت نہیں ہوتی اور تعاون کے ذریعے انسان قوانین کی اطاعت کے لئے پہلے سے بڑھ کر آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جو بتایا گیا ہے یعنی اگر مشرک سے تمہیں تعاون کرنے میں باک نہ رہے تو کیا نیک بندوں سے تعاون میں تمہیں باک ہوگی۔ آنحضرت ﷺ نے جو عورتوں سے بیعت لیتے وقت یہ الفاظ بیچ میں رکھے کہ ہم معروف میں آپ کی اطاعت کریں گی تو معروف سے مراد یہی تعاون کی باتیں ہیں۔ دراصل ہر بات کو خدا تعالیٰ نے فرض قرار نہیں دیا۔ بہت سی نیکیاں ہیں، راہ چلتے آپ

ان نیکیوں سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں مگر ہر انسان کے لئے ضروری نہیں ہے کہ رستہ چلتے ہوئے ضرور کھڑا ہو اور ہر آدمی کی ضرورت پوری کئے بغیر آگے نہ بڑھے۔ اگر یہ ہو تو ساری دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے لیکن کچھ نہ کچھ کو ضرور توفیق ملنی چاہئے۔

پس تعاون کا مضمون عام بھی ہے اور Selective بھی ہے یعنی حسب ضرورت تم میں روح ہونی چاہئے۔ جہاں تمہاری ضرورت ہو تم سمجھو کہ تمہاری ضرورت کے بغیر کوئی نیک کام ہونے سے رہ جائے گا وہاں اُمت محمدیہ سے یہ اللہ تعالیٰ کو توقع ہے کہ یہ پوچھے بغیر کہ یہ کس نے کہا ہے، کیوں ہم تعاون کریں، کس کا حکم آیا ہے فرمایا تمہاری فطرت کے اندر خدا نے داخل فرما دیا ہے نیکی کے کاموں میں تعاون کرنا ہے یہاں تک کہ بدوں سے بھی تعاون کرنا ہے، مشرکوں سے بھی تعاون کرنا ہے۔ **یہ فطرت ثانیہ بنالو تو نظام اسلام کو پھر کبھی کوئی ٹھوکر نہیں لگ سکتی کیونکہ نظام اسلام تو نیکیوں کے رائج کرنے کا نام ہے۔** حاکم اور محکوم کے جھگڑے مٹا دیتا ہے تعاون اور وہ احساس کمتری جو بسا اوقات اطاعت کی راہ میں حائل ہوتا ہے وہ احساس کمتری تعاون کرنے والوں میں ہوتا ہی نہیں۔ اگر ہے تو وہ تعاون نہیں کر سکیں گے۔ ایک انسان جب ایک غریب آدمی کے کاموں میں اس کا مددگار بنتا ہے تو اس کو جھکنا پڑتا ہے اور جو احساس کمتری کا شکار ہو وہ سمجھتا ہے کہ اس کے ساتھ اگر میں نے کام کیا، اس کے لئے اگر میں جھکا تو گویا میری عزت میں فرق آ جائے گا لیکن جسے کوئی احساس کمتری نہ ہو وہ ہر ایک کا کام کرتا ہے اور شرم محسوس نہیں کرتا بلکہ وہ کام کرنے سے اپنے نفس میں ایک عزت پاتا ہے۔ وہ احساس عزت اس کا مقصود نہیں ہوتا مگر جزا کے طور پر ملتا ہے۔

اور ہر انسان جو نیکیوں میں تعاون کرنے والا ہو وہ معزز سے معزز تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ وہ لوگ صاحب اکرام ہو جاتے ہیں اور نبوت کا بھی یہی رستہ ہے جس رستے سے بالآخر نبوت تک بھی انسان پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت خدیجہؓ نے جب آنحضرت ﷺ کو وحی کے بعد بہت ہی دردناک حالت میں پایا اور آپؐ نے زملونی زملونی کہہ کر یہ متوجہ کیا کہ میں تو نفسیاتی لحاظ سے شدید بحران کا شکار ہو چکا ہوں مجھے سخت سردی لگ رہی ہے۔ یہ ایک سردی کا لگنا جیسے ملیریا بخار میں لگتی ہے یا Septic بخاروں میں لگتی ہے اس کا ایک تعلق اندرونی نفسیاتی بحران سے بھی ہے۔ بعض دفعہ جب کسی کو اچانک صدمہ پہنچے یا اچانک گھبراہٹ کی خبر ملے تو اچانک اسی طرح بہت تیزی کے ساتھ ہاتھ

پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔کوئی ایسی خبر ہو جس کی توقع نہ ہو جس کو انسان اپنے متعلق سوچ بھی نہ سکتا ہو۔پس جتنا شدید حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا بحران تھا اتنا ہی آپؐ کی سچائی پر گواہ تھا اور آپؐ کی انکساری پر گواہ تھا۔یہ وہم وگمان میں بھی نہیں آپ کے آسکتا تھا میں خدا کا نمائندہ بن کے بنی نوع انسان کو مخاطب ہوں گا۔اگر نفس میں ادنیٰ بھی یہ خواہش ہوتی تو وہ بحران پیدا ہونا ناممکن تھا۔اس حالت میں جب آپؐ کی بے قراری دیکھی تو حضرت خدیجہؓ نے تسلی دینے کے لئے یہ الفاظ عرض کئے کلا واللہ ما یخزیک اللہ ابدا ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کا نام ہے یہ وہ رشتے جو قریب کے رشتے ہیں ان کو جوڑنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ہر وہ کام کرتے ہیں جس سے آپس کی خاندانی محبتیں بڑھیں اور ہر ایک کے ذمے یہ کام ہے نہیں کہ گویا فرض ہے اس کے لئے۔اپنے معاملے میں تو حقوق ادا کرنا فرض ہے مگر ایسے کام کرنا کہ رشتے جڑتے چلے جائیں اور رحمی تعلقات آپس میں مضبوط تر ہوں یہ وہ نیکی کا کام ہے جو وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ ہے۔کمزوروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔اب کس پر یہ فرض ہے کہ ہر وقت کمزوروں کے بوجھ اٹھاتا پھرے اور شریعت تو ابھی نازل بھی نہیں ہوئی تھی۔آنحضرت ﷺ شریعت کے نزول سے پہلے مفلوک الحال، غریب لوگوں کے لئے ایک رحمت تھے، مجسم رحمت تھے۔ان کا ہر دکھ بانٹا کرتے تھے۔ان کی ہر مصیبت کو دور کرنے کے لئے کوشاں رہا کرتے تھے اور معدوم اور ناپید نیکیاں کماتے ہیں۔وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کی مثالیں دیکھیں کیسی عجیب مثال ہے۔

عام نیکیاں جو معروف ہیں ان کو کرنا بھی تعاون ہی ہے لیکن جو نیکیاں ناپید ہو چکی ہوں، انسانی نظر سے غائب ہوگئی ہوں ان کو دوبارہ زندہ کردیں اور پھر ان پر عمل کر کے دکھائیں۔انہوں نے عرض کیا آپ میں تو یہ باتیں ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔جو پھر تعاون کا معنیٰ ہے ورنہ مہمان نوازی کب فرض ہے۔اگر فرض ہوتا تو زبردستی کوئی حکومت، کوئی مذہب لوگوں کے گھروں میں مہمان داخل کر لیتا۔یہ تعاون کا مضمون ہے۔تبھی حضور اکرم ﷺ کے جب مہمان آتے تھے تو مسجد میں بعض دفعہ اعلان کیا کرتے تھے کون ہے جو میری مدد کرے گا۔یہ تعاون مانگنے کا ایک طریق تھا۔حکم دے سکتے تھے مگر نہیں دیتے تھے۔جانتے تھے کہ مہمان نوازی کا دائرہ حکام کے

دائرے سے الگ ہے۔ پس جب بھی آپ آواز بلند کرتے ضرور لبیک کی آوازیں اٹھا کرتیں اور ضرورت حقّہ میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں یعنی وہ تمام ضروریات حقّہ جو جائز ضروریات ہیں ان میں آپ کا جہاں تک بس چلے آپ مدد کرتے ہیں۔ یہ وہ صفات ہیں جن کو خدا کبھی ضائع نہیں کرسکتا اور جس وجہ سے آپ گھبرا رہے تھے اس کا جواب اسی میں ہے۔ اس سے بہتر کون ہے جو خدا کی طرف سے مامور کیا جائے۔ جس میں یہ صفات پائی جائیں وہی تو مطاع بننے کے اہل ہے۔ جو خود سب کا مطیع ہوگیا، تمام نیک کاموں میں ہر ایک کے سامنے جھک گیا وہی اس لائق ہے کہ اسے مطاع بنایا جائے اور یہی وہ مضمون ہے جس کی طرف میں آپ کو آج خصوصیت سے توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

آپ دنیا میں دعوت الی اللہ کا پیغام لے کے نکلیں ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ لوگ آپ سے نہ صرف تعاون کریں گے بلکہ آپ کو اپنا سردار مانیں گے۔ جو آپ کہیں گے کہ دین یہ ہے وہ آپ کی بات تسلیم کریں گے۔ جس طرف بلائیں گے آپ کے پیچھے چلیں گے۔ تو اس سے پہلے ایک نبوت کا مرتبہ حاصل کرنا ضروری ہے یعنی نبوت کا وہ مرتبہ جو نبوت کے انعام سے پہلے صفات کی صورت میں عطا کیا جاتا ہے اور آنحضرت ﷺ کی پیروی اور غلامی کے لئے لازم ہے کہ ان تمام صفات کو اختیار کیا جائے جو حضرت اقدس کی نبوت سے پہلے بھی تھیں اور جن کو تفصیلاً بیان فرمائے بغیر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اور اس میں مشرکوں سے تعاون بھی تھا۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آنحضرت ﷺ کو جب بعد ازاں، نبوت کے بعد حلف الفضول کا حوالہ دے کر ابوجہل سے کسی کا حق دلوانے کے لئے بلایا گیا تو آنحضور ﷺ اسی وقت روانہ ہوگئے یعنی مشرکوں سے تعاون اور مشرکوں سے تعاون لے رہے ہیں اور یہ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کی بہترین مثال ہے۔

دوسری بات وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى میں یہ بھی داخل ہے یعنی علیٰ کا جو صلہ ہے یہ دو معنی پیدا کرتا ہے۔ نیک کاموں میں تعاون کرو اور تقویٰ میں تعاون کرو اور نیکی کی بناء پر تعاون کرو اور تقویٰ کی بناء پر تعاون کرو۔ یہ جو مضمون ہے یہ دوسرے دنیا کے بہت سے تعاون کرنے والے مضامین سے اس مضمون کو الگ کر دیتا ہے۔ آپ دیکھتے ہوں گے دنیا میں نیک کاموں کے لئے تعاون غیر قوموں میں بھی ملتا ہے مگر اللہ کی خاطر تعاون اور نیکی سے محبت کی بناء پر تعاون دو چیزیں اکٹھی کم ملتی ہیں۔ ملتی تو ہیں لیکن شاذ کے طور پر، ایک قومی کردار کے طور پر نہیں ملتیں۔ بسا اوقات یہ جو تحریکات ہیں غریبوں کی ہمدردی

کی، بہت اچھی تحریکات ہیں ان میں گہرے انسانی جذبات ہی کارفرما ہوتے ہیں مگر اللہ کا خوف دامن گیر ہو یہ لازم نہیں ہے۔بعض دہریہ بھی اس میں شامل ہوتے ہیں۔ بہت سی ایسی تنظیمیں موجود ہیں جو افریقہ کے مظلوموں کی مدد کررہی ہیں۔ جہاں پانی نہیں ملتا ان کے لئے پانی کی اپیلیں ہیں ۔آپس کی جنگوں میں اور فسادات میں جو لوگ مجروح ہوجاتے ہیں، مظلوم ہوتے ہیں، ان کی مدد کے لئے یہ محض انسانی ہمدردی سے تعاون ہوتا ہے مگر لازم نہیں کہ وہ خدا کی خاطر ایسے کرتے ہوں ۔جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے میں جانتا ہوں بہت سے ان میں ایسے ہیں جن کا عیسائیت سے بھی کوئی خاص تعلق نہیں رہا صرف بنی نوع انسان کی ہمدردی ان کا مذہب بن جاتا ہے۔تو تقویٰ کا وہ مضمون جو اللہ سے ملاتا ہے وہ اس سے خالی ہوتے ہیں۔تو مومن کو نصیحت فرمائی گئی کہ ”بـر“ وجہ سے صرف نہ کرو،”تـقـویٰ“ کی وجہ سے بھی کرو۔اگر تقویٰ کی وجہ سے کرو گے تو تمہاری یہ نیکی دونوں جہان کی سعادتیں دلوانے کا موجب بن جائے گی۔اگر محض نیکی کی خاطر کرو گے یعنی دل کی ہمدردی سے تو اس کی جزا تو پاؤ گے مگر وہ اعلیٰ جزا جو تمہیں مل سکتی ہے اس سے محروم رہ جاؤ گے۔اب ظاہر بات ہے کہ تقویٰ کا یہ معنی بلند تر معنی ہے اس معنی سے جو میں نے پہلے بیان کیا تھا۔

اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ آپ کوئی کام کریں اور کسی کی خاطر کرتے ہوں اور اس کو علم ہو کہ یہ تکلیف میری خاطر اٹھا رہا ہے تو کام خواہ نیکی کا ہو خواہ عام کام ہو مگر جس کی خاطر آپ کرتے ہیں وہ سمجھتا ہے کہ مجھ پر اس کا ایک قسم کا احسان ہو گیا ہے۔ یہ اگر احسان نہیں رکھا جا سکتا تو کم سے کم اس نے تو میری محبت کی خاطر یہ تکلیف اٹھائی ہے اعلیٰ اخلاق کا تقاضا ہے کہ میں بھی اس کی خاطر کچھ ایسا کام کروں جو میرے لئے کرنا فرض نہ ہو یعنی فرض سے بڑھ کر اس کے لئے کوئی خدمت کروں۔پس اللہ تعالیٰ کے احسانات کو کھینچنے کے لئے یہ آیت کریمہ ایک بہت ہی عمدہ گر ہمیں بتلاتی ہے۔بنی نوع انسان کی ہمدردی تو جس کے دل میں ہوگی اس نے تو کچھ کرنا ہی کرنا ہے اگر رضائے باری تعالیٰ پیش نظر ہو اور اس کی خاطر آپ تعاون کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کے پیار کی نگاہیں آپ پر پڑیں گی، آپ کی ہر نیکی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا موجب بن جائے گی۔جس کی دنیا سنواریں گے اس کا دنیا سنوارنا آپ کی دنیا بھی سنوار جائے گا اور آپ کی عاقبت بھی سنوار جائے گا۔ یہ وہ دوسرا پہلو ہے وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کا جسے ہمیں لازماً پیش نظر رکھنا چاہئے۔

پھر یہ تو عام نصیحت ہے جو وسعت کے لحاظ سے تو بہت ہے یعنی انسانی زندگی کے ہر دائرے پر محیط ہے مگر مضمون کے تحکم کے لحاظ سے، لازم ہونے کے اعتبار سے یہ ایک نرم آیت ہے۔ یعنی مثبت پہلو میں اس میں ایک نرمی پائی جاتی ہے۔ نہ بھی کرو تو تمہارا گزر ہو جائے گا اس کے نتیجہ میں تمہیں جہنم نہیں ملے گی لیکن اعلیٰ خوبیوں سے، اعلیٰ مراتب سے محروم رہ جاؤ گے۔ اس کی ایک مثال ایک ایسے شخص کی صورت میں ہمارے سامنے آتی ہے جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے نیکیوں کی تعریف پوچھی کہ کیا کیا باتیں ہیں۔ جب اس کو پتا چلا کہ فرائض بھی ہیں اور نوافل بھی ہیں اس کے علاوہ نوافل کو حسین بنا کر اس رنگ میں کرنا کہ گویا نیکی کرنے والا محسن ہو گیا۔ تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھ میں ان باتوں کی طاقت نہیں ہے، مجھے تو صرف فرائض بتائیں۔ جتنے فرائض ہیں وہ میں کرلوں گا اس سے آگے نہیں بڑھوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے اگر تم اس عہد پر قائم رہو تو تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ تعاون کا مضمون طوعی ہے۔ اگر یہ لازم ہوتا تو پھر ان معنوں میں لازم کہ گویا اگر نہ کریں گے تو سزا ملے گی تو اس پہلو سے آنحضرت ﷺ اس کو نوافل سے آزاد نہ کرتے۔

مگر اگلا پہلو اس آیت کا وہ قطعیت رکھتا ہے۔ وہ تھوڑے دائرے پر اطلاق پاتا ہے لیکن بڑی شدت کے ساتھ اطلاق پاتا ہے اور وہ یہ ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ جہاں گناہ کا تعلق ہو اور جہاں بعض لوگ بعضوں پر زیادتی کر رہے ہوں وہاں ہرگز تعاون نہیں کرنا۔ وہاں اگر تعاون کرو گے تو تم یاد رکھو اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اللہ تعالیٰ سخت پکڑنے والا ہے، سخت عذاب دینے کی صلاحیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی سخت پکڑ سے بچو۔ تو بعض دفعہ مثبت مضمون نرم ہو جاتا ہے اور منفی مضمون زیادہ شدید ہو جاتا ہے یہ اس کی ایک مثال ہے اور نیکیوں میں تعاون کرنا ہے، بدیوں میں ہرگز نہیں کرنا اس کی ایک مثال آنحضرت ﷺ ایک تمثیل کے طور پر پیش فرماتے ہیں۔ **بخاری** کی یہ حدیث ہے **کتاب الشرکة** (باب هل يقرع فی القسمة والاستهام فيه) اس کا ترجمہ بہرحال پیش کر دیتا ہوں۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرتا ہے اور اس شخص کی مثال جو ان حدود کو توڑتا ہے ان لوگوں کی طرح ہے جنہوں

نے ایک کشتی میں جگہ حاصل کرنے کے لئے قرعہ ڈالا۔ کچھ لوگوں کو اوپر کا حصہ ملا اور کچھ کو نیچے کی منزل میں جگہ ملی۔ جو لوگ نیچے کی منزل میں تھے وہ اوپر والی منزل میں سے گزر کر پانی لیتے تھے۔ بظاہر آپ سمجھتے ہیں کہ الٹ ہونا چاہئے، اوپر والوں کو پانی کے قریب آنے کے لئے نیچے آنا چاہئے مگر اگر چاروں طرف سے دیواریں اٹھی ہوئی ہوں اور پانی کو اندر آنے کی راہ نہ ہو تو آپ کیسے نیچے کی منزل سے پانی لے سکتے ہیں۔ تو جہاں کشتی کا اوپر کا کنارہ ہے وہاں سے ڈول پھینکا جاسکتا ہے اندر سے ڈول نہیں پھینکا جاسکتا۔ تو یہ مضمون ہے کہ نیچے کی منزل والوں کے لئے ضروری تھا کہ اوپر جائیں اور اوپر جا کر وہاں سے ڈول ڈالیں اور اپنا پانی حاصل کریں اور اوپر کی منزل والوں کو یہ آرام تھا کہ اوپر بیٹھے بیٹھے وہ پانی حاصل کرلیا کرتے تھے۔ اس پر جو نیچے کی منزل والے تھے ان میں سے ایک بیوقوف نے یہ مشورہ دیا کہ کیوں نہ ہم یہیں سوراخ کرلیں اور سوراخ کر کے اپنا پانی نیچے سے حاصل کرلیں۔ اب وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کی مثال رسول اللہ ﷺ پیش فرما رہے ہیں۔ اوپر کی منزل والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر وہ یہ خیال کر کے کہ ان کا کام ہے یہ جو مرضی کرتے پھریں ہمیں کیا اس سے، اس میں دخل نہ دیں تو یہ لوگ خود بھی غرق ہوں گے اور اوپر والوں کو بھی غرق کردیں گے۔ اس لئے یہاں اوپر والوں کا فرض ہے کہ ان کو ان کے اس بظاہر حق سے محروم کردیں کیوں کہ یہ بدی کر رہے ہیں اور بدی میں کوئی تعاون نہیں ہے۔ پس اس پہلو سے جب **نھی عن المنکر** کی بات ہوتی ہے تو یہ مراد ہے کہ بدیوں سے روکنا ہے لیکن اگر بدیوں سے روکنا اس مرتبے تک جا پہنچے کہ ساری قوم کی ہلاکت کا موجب بنے تو پھر خدا تعالیٰ اسی حد تک دخل اندازی کا بھی حق دیتا ہے اور اگر انسان یہ کہے کہ یہ تو تعاون کی روح کے خلاف ہے، ہم کیوں نہ ان سے تعاون کریں، ان کو کرنے دیں جو وہ کرتے ہیں تو یہ جہالت ہوگی۔ فرمایا کہ اگر وہ ان کو نہیں روکیں گے تو تمام غرق ہو جائیں گے۔

ایک اور حدیث میں آنحضرت ﷺ کی طرف سے، یہ ترمذی ابواب الفتن باب **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** سے لی گئی ہے۔ یہ چونکہ ہم اب تعاون کی گفتگو کرتے ہوئے **امر بالمعروف اور نھی عن المنکر** کی بات شروع کر بیٹھے ہیں تو اس مضمون پر ایک حدیث میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ

قدرت میں میری جان ہے یا تو تم نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سخت عذاب سے دو چار کرے پھر تم دعائیں کرو گے لیکن وہ دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔

پس یہ اہمیت ہے وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کی، جس کو اگر آپ ذہن نشین کر لیں تو آپ سمجھ جائیں گے کہ یہ آپ کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ پس بظاہر تعاون کرنا ایک نفلی کام ہے مگر جب اس پر غور کریں تو پتا چلے گا کہ یہ نفلی کام ایسا ہے جو آپ کی قومی بقاء کے لئے ضروری ہے اور اگر آپ نیکیوں میں تعاون کرنا سیکھ جائیں اور برائیوں سے روکنے کی عادت ڈال لیں خواہ آپ کو امارت نصیب ہو یا نہ ہو لیکن عادت بنالیں کہ جہاں اچھا کام ہے آپ نے آگے بڑھ کر اس کی مدد کی کوشش کرنی ہے جہاں بری بات ہو رہی ہے وہاں کچھ اور نہیں تو زبان سے روکیں۔ پس یہ تصور جو مولویوں والا ہے کہ کسی نے سر پہ دوپٹہ نہیں رکھا ہوا تو اس کو تھپڑ مارو اور اس کے سر پہ زبردستی دوپٹہ پہنا دو یہ ہرگز اس آیت کا مضمون نہیں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کسی مسلمان عورت کو زبردستی برقعہ نہیں پہنایا۔ قرآن کریم میں نصیحتیں آتی رہی ہیں۔ یہ مضمون تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ مگر ایک بھی واقعہ ایسا نہیں کہ کوئی عورت آنحضورؐ کی خدمت میں گھسیٹ کے لائی گئی ہو کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ پردہ نہیں کر رہی تھی ٹھیک طریقے سے، نہیں کر رہی تھی تو خدا اس کے ساتھ نپٹے گا لیکن پردے کی نصیحت کرنا یہ سوسائٹی کا شیوہ تھا۔ نیک باتوں کی تاکید کرنا بری باتوں سے روکنا یہ وہ مضمون ہے جو قرآن کریم وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کی آیت میں اور معروف کے حکم اور بدی کے روکنے کے مضمون میں ہمارے سامنے کھولتا ہے۔

پس یہ اپنی عادت بنائیں کہ اچھی بات میں اس لئے تعاون کریں کہ اچھی بات ہے۔ آپ نے اچھی بات کو اپنا کر اس کے لئے ایسی کوشش کرنی ہے جیسے اپنی چیز ہے اور جب برائی سے روکتے ہیں تو اس وقت آپ کو اختیار ہے طاقت کے استعمال کا جب خدا تعالیٰ آپ کو اس پر مامور کرتا ہے اور جب ایسے معاملات میں کوئی شخص بعض احمقانہ فیصلے کر کے ان پر عمل کر رہا ہے جس سے ساری قوم کی بربادی لازم ہو جاتی ہے اس صورت میں قوم کو اجازت ہے، انفرادی طور پر ہر شخص کو یہ اجازت ہی نہیں کہ وہ بیچ میں دخل اندازی کرتا پھرے۔

بہر حال یہ عمومی مضمون ہے جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں جماعت کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو جب میں کہتا ہوں کہ اطاعت کریں، اطاعت کی روح اختیار کریں، چھوٹے سے چھوٹے عہدے دار کی بھی اطاعت کریں تو یاد رکھیں وہ چھوٹے سے چھوٹے عہدے دار کی اطاعت کا اختیار کرنا آپ کے تعاون کی روح سے تعلق رکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نیک کاموں میں تعاون مانگا کرتے تھے۔ بسا اوقات صحابہؓ سے سوال کیا کرتے تھے کون ہے جو اس معاملے میں میرا مددگار ہوگا۔ قرآن کریم میں حضرت مسیحؑ کے تعلق میں یہ بیان ہوا ہے اور کسی نبی کے تعلق میں اس طرح بیان نہیں ہوا کہ اس نے یہ اعلان کیا ہو مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ (آل عمران: 53) کون ہے جو اللہ کی خاطر میرا مددگار ثابت ہو یعنی تعاون مانگا گیا ہے اور حضرت مسیحؑ کے تعلق میں اس کا بیان کرنا دراصل جماعت احمدیہ کے لئے ایک پیغام رکھتا ہے کہ تم اگر واقعی سچے مسیح ثانی کے غلام ہو تو اس بات کو یاد رکھنا کہ وہ جب نیکی کے کاموں کے لئے تم سے خدا کی خاطر تعاون مانگے تو ضرور تعاون پیش کرنا ہے اور اس تعاون کے ساتھ اطاعت جب وابستہ ہو جائے تو اطاعت میں ایک لذّت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے احساس کمتری کا ہر شائبہ نکل جاتا ہے۔ جو شخص یہ پوچھے بغیر تعاون کرتا ہے کہ کوئی حاکم ہے بھی کہ نہیں، جو شخص آنحضرت ﷺ کی غلامی میں اپنے غلاموں سے تعاون کرتا ہے، اپنے نوکروں سے تعاون کرتا ہے، اپنے بچوں سے تعاون کرتا ہے، اس شخص کے لئے یہ کہاں کا موقع ہے کہ جب اس کو خدا کے نام پر کچھ کہا جائے اطاعت کرو تو کہے میں کیوں کروں۔ نیکی سے محبت، نیکی سے تعاون اس کی فطرت ثانیہ بن جاتا ہے اور جب وہ کرتا ہے تو پھر دراصل اپنی ہی اطاعت پوری کرتا ہے، غیر کی اطاعت اڑ جاتی ہے اور تقویٰ کا مضمون بتاتا ہے کہ اللہ کی خاطر وہ اپنے نفس کی نیک باتوں کی اطاعت کرتا ہے، اپنے نفس کی بد باتوں سے رک جاتا ہے۔ تو یہ ایک بہت ہی عظیم الشان مضمون ہے جو تمام انسانی زندگی پر محیط ہو جاتا ہے اگر قرآن کریم کی نصائح پر غور کرے ان کو سمجھے اور آنحضرت ﷺ کی ذات اور آپؐ کی صفات کے حوالے سے اس مضمون پر عمل کرے نہ کہ کسی مولویانہ تفسیر کے تابع اس پر عمل کرے۔

پس جماعت کو تعاون اختیار کرنا، ایک دوسرے سے تعاون کرنا حرز جان بنا لینا چاہئے یعنی ایسی بات کہ ان کی زندگی کی گہرائی تک، پاتال تک اتر چکی ہو۔ ان کی فطرت ثانیہ بن چکی ہو۔ ان کی

فطرت ثانیہ نہیں، فطرت اولیٰ جاگ اٹھے کیونکہ یہی تو فطرت ہے جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ ہر اچھی بات میں تعاون کرو، ہر بات جو خدا سے تعلق والی ہو جو خدا چاہتا ہے، تقویٰ کا مضمون یہ ہے جو اللہ چاہتا ہے ویسا ہی کرو تو پھر جھگڑے اٹھ جاتے ہیں کون حاکم ،کون محکوم ۔تمام حاکم اور تمام محکوم ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ ایک عظیم مساوات ہے جس کی کوئی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی اور انسان کسی کے سامنے گردن جھکانے پر کسی پہلو سے بھی عار محسوس نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میری گردن تو خود میرے اندر کی نیکیوں کے سامنے خم ہو چکی ہے۔ میں تو اپنے دل کی نیک آوازوں کے خلاف سر اٹھا ہی نہیں سکتا تو جب باہر سے وہ آواز آئے کیسے میں اس کی مخالفت کروں گا۔

پس اگر اس پہلو کے پیش نظر ہم اپنی تمام زندگی کو تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کے تابع کر لیں گے تو جماعت کو پھر کسی قسم کے کوئی خطرات در پیش نہیں ہوں گے اور جماعت کی بقاء کا راز اس میں ہے کیونکہ نظام جماعت کی بقاء اطاعت پر منحصر ہے اور اطاعت کی بقاء وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ پہ منحصر ہے۔ یہ وہ مزاج ہے جو اطاعت کی روح پیدا کرتا ہے۔ پس اس پہلو سے اگر آپ اطاعت کو اختیار کریں تو جماعت کی ساری زندگی میں ہر جگہ ایک حیرت انگیز دلکشی پیدا ہو جائے گی۔ ایک آدمی آپ کو بلاتا ہے آؤ یہ کام کریں، یہ پوچھے بغیر کہ اسے بلانے کا اختیار ہے کہ نہیں اگر اچھی بات کی طرف بلا رہا ہے آپ دوڑے ہوئے چلے جائیں گے۔ مشرک بلاتا ہے تو چلے جاتے ہیں تو مومن بلاتا ہے کیوں نہیں جائیں گے۔ ہر اچھے کام میں ایک دوسرے کے ساتھ، ایک دوسرے سے بڑھ کر آپ تعاون اختیار کرنا شروع کریں گے اور یہ جو جذبہ ہے اس سے قوموں کی تقدیر بدل جائے گی۔ اس کے بغیر ناممکن ہے کہ آپ دنیا میں عظیم روحانی انقلاب برپا کر سکیں۔

آنے والے آرہے ہیں آپ کو دیکھ رہے ہیں اور سب سے زیادہ ان کی ذات پر آپ کا یہ اندرونی تعاون ہے جو اثر انداز ہوتا ہے۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر البانیہ کے آئے ہوئے ایک عالم نے یہ بیان کیا کہ میں تو جب آپ کو ایک ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں، وہ یہ بیان نہیں کر سکا کہ کیا بات ہے وہ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ تھا جس کو وہ دیکھ رہا تھا۔ بوڑھے، بچے، جوان ہر نیکی کی آواز پر آگے بڑھے اور لبیک کہا اور ہر بوجھ اٹھا لیا۔ حالانکہ ان پر فرض نہیں تھا، کوئی زبردستی نہیں تھی، کوئی طاقت نہیں تھی نظام کے پاس کہ زبردستی ان کو اِن کاموں پہ مامور کرے کس نے ان کو کہا تھا کہ اپنے دفتروں

سے چھٹیاں لیں، کس نے سکول کے بچوں اور کالج کے طالب علموں کو کہا تھا کہ اپنی پڑھائیاں ایک طرف کردو آج اور دوڑتے ہوئے خدمت دین کے لئے حاضر ہو جاؤ۔ کوئی حکم ایسا نہیں تھا جس کی پابندی ان پر لازم ہوتی۔ جو نہیں تھے ان کو کبھی کوئی سزا نہیں ملی۔ سینکڑوں ہیں جو محروم رہے ہیں کبھی کسی نے آنکھ اٹھا کے نہیں دیکھا کہ تم کون لوگ ہو۔ اگر دیکھا ہے تو رحم کی نظر سے دیکھا ہے کہ بے چارے محروم رہے مگر غصے کی نظر کبھی کسی پہ نہیں ڈالی گئی۔ یہ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى تھا جس نے ان کو حیرت زدہ کر دیا اور انہوں نے کہا کہ اب میں سمجھا ہوں یہ صداقت ہوتی کیا ہے۔ اب میں سمجھا ہوں کہ سچائی کس کا نام ہے اور اس اقرار کے بعد انہوں نے فوراً بیعت کر لی اور یہ عہد کر کے واپس گئے ہیں کہ اب میں اپنی ساری قوم کو جب تک احمدی نہ بنالوں میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔

تو تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى تو ایک عظیم الشان نعمت ہے اس کے ایسے پھل ہیں جو پھر آگے پھل پیدا کرنے والے درخت بن جایا کرتے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ ابھی کل ہی اس کی ایک اور مثال میرے سامنے آئی جب سینیگال کا وفد مجھے آخری دفعہ جانے سے پہلے ملنے کے لئے آیا تو ان کے ساتھ گیمبیا کے ایک بہت بڑے چیف بھی تھے جو احمدی نہیں تھے۔ نہ چلتے وقت احمدی تھے نہ یہاں پہنچ کر انہوں نے احمدیت کا کوئی اظہار کیا، بالکل خاموش رہے ہیں۔ مسئلہ بھی کوئی نہیں پوچھا لیکن ان کی خواہش تھی میں بھی جاؤں دیکھوں کیا ہوتا ہے تمہارے ہاں، ان کو بلا لیا گیا۔ جب وفد سے میری باتیں ختم ہوئیں اس میں مضمون یہی چل رہا تھا جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ اس طرح اب آپ نے اپنی قوم کے لوگوں کو سچائی کی طرف بلانا ہے کیونکہ آپ کو اللہ نے یہ نعمت عطا کی ہے۔ آپ پر فریضہ تو نہیں ہے ان معنوں میں کہ آپ نہ کریں تو ہم آپ کو پوچھ سکتے ہیں مگر اس کو اپنے دل کا جذبہ بنالیں۔ ایسا جذبہ بنائیں کہ آپ بے اختیار ہو جائیں، آپ سے ہو نہ سکے کہ لوگوں کو دعوت الی اللہ کے بغیر آپ چین سے بیٹھ سکیں۔

یہ جب باتیں میں کر رہا تھا تو ان کے چہرے کے آثار بتا رہے تھے کہ وہ پہلے ہی اس کے لئے تیار بیٹھے تھے اور ان کے دل کی آواز تھی جو میری زبان سے نکل رہی تھی۔ جب ہماری باتیں ختم ہوئیں تو گیمبین چیف نے ہاتھ اٹھایا کہ میں کوئی بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا فرمائیں۔ انہوں نے بتایا کہ دیکھیں میں چلتے وقت احمدی نہیں تھا میرا احمدیت قبول کرنے کا کوئی دور کا بھی خیال نہیں

تھا اور امیر صاحب نے جو ان کے ساتھ تھے بتایا کہ وہاں یہ ہم سے تعاون کرتے تھے مگر صاف کہتے تھے کہ احمدی میں نے نہیں ہونا۔ ان کی اپنی مجبوریاں تھیں۔ تو اب یہ دیکھیں ایک تعاون ایک اور نیکی پر منتج ہوتا ہے اور پھر اس شخص کو جو تعاون کے نتیجہ میں نیکی پاتا ہے کس طرح ہدایت کی طرف گویا پکڑ کر لے جاتا ہے، ہاتھ پکڑ کر وہاں پہنچا دیتا ہے۔ انہوں نے کہا یہاں جب میں نے آکے دیکھا تو آپ لوگوں کو میں نے عجیب پایا۔ محض نیکی کی خاطر اس طرح کیڑیوں کی طرح دن رات کام ہو رہا تھا۔ سب خوش تھے، سب ایک دوسرے سے محبت کر رہے تھے۔ ہر ایک کو دوسرے سے تعاون کے لئے دل کے جذبے تھے جو مجبور کر رہے تھے، میں نے کوئی بیرونی دباؤ ایسا نہیں دیکھا جس کے نتیجہ میں یہ ہوا ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ دیکھنے کے بعد میں غیر احمدی کیسے رہ سکتا ہوں۔ آج میں ابھی اعلان کرتا ہوں کہ نہ صرف یہ کہ میں احمدی ہوں بلکہ واپس جا کر چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک اپنی ساری قوم کو احمدی نہ بنالوں۔

اب اس کے نتیجہ میں دیکھیں میں آپ کو ایک ایسی مثال دے رہا ہوں جس طرح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے شرک کے زمانے کی نیکیاں ہی تو تھیں جو تمہیں ہدایت تک لے آئی ہیں اور کیا جزاء چاہتے ہو۔ تو ان کے تعاون کی جزاء تھی جو ان کو خدا نے یہاں پہنچنے کی توفیق بخشی اور تعاون ہی تھا جسے دیکھ کر ان کے دل کی کایا پلٹ گئی اور جو ایمان افروز نظارہ اس وقت میں نے دیکھا کہ وہ ممبر پارلیمنٹ جو سینیگال سے آئے ہوئے تھے اس بات کو سن کر اتنا خوش ہوئے کہ اس کے ہاتھ پکڑ پکڑ کے چومنے لگے کہ تم نے ہمارے دل کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔ یہ جذبہ بنائے نہیں بن سکتا۔ یہ اللہ کا احسان ہے اور تعاون ہی کے پھل ہیں۔ پس بر اور تقویٰ پر تعاون کو آگے بڑھاتے رہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جب مجھے امریکہ اور کینیڈا کے جلسے میں شامل ہونے کی توفیق ملی تو شروع ہی میں میں نے ان کو چند نصیحتیں کی تھیں جو جلسہ سالانہ کے آغاز پر کی جاتی ہیں اور انہوں نے اس طرح اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا کہ خود وہاں کے جو شرکاء کار تھے انہوں نے مجھ سے ملاقات کے دوران کہا کہ آج تک ہم نے اتنی حیرت انگیز تعاون کی روح پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ بچہ بچہ، بوڑھا، جوان اس طرح تعاون کر رہا تھا کہ یہ فرق ہی مٹ گیا تھا کہ کیوں کوئی کام کرے۔ حاکم اور محکوم کے تفرقے مٹ گئے تھے۔ ایک آواز اٹھتی تھی نیکی کے لئے سارے دوڑے چلے آتے تھے اور یہ جو تعاون ہے پہلے آپ کو

گھروں میں کرنا ہوگا۔اس بات کو ہم اکثر بھول جاتے ہیں کہ جب ہم قومی باتیں کرتے ہیں تو ان باتوں کا آغاز گھروں سے ہوا کرتا ہے۔بچوں کی تربیت میں میرا ساری زندگی کا تجربے کا نچوڑ یہ ہے کہ ان سے آپ نیکی کے معاملات میں تعاون کریں اور تحکم کی بجائے تعاون لیں تو کبھی وہ معصیت نہیں کریں گے۔کبھی آپ کی نافرمانی کا تصور بھی ان کے دماغ میں نہیں آسکتا۔

اور یہ ہر اس گھر کا جائزہ بتاتا ہے جہاں بچوں کی تربیت اس رنگ میں کی گئی ہے کہ ماں باپ ان کے کاموں میں ان کے لئے جھکتے ہیں،ان سے تعاون کرتے ہیں اور حکم دیئے بغیر تعاون چاہتے ہیں اس وقت بچوں کی نگاہیں اپنے ماں باپ کی رضا پر لگی رہتی ہیں۔ان کو ہرگز ڈانٹنے کی کوئی ضرورت نہیں،کسی سزا کی ضرورت نہیں،آپ کی نظروں میں ذرا سی مایوسی کے آثار پائیں بے قرار ہو جاتے ہیں،تڑپ اٹھتے ہیں۔جب تک وہ آپ کے چہرے پہ خوشی کے آثار نہ دیکھ لیں ان کو چین نہیں ملتا۔ایسے بچے نافرمان کیسے ہو سکتے ہیں۔ایسے بچے آپ کی اطاعت کے دائرے سے دور کیسے جاسکتے ہیں۔تو جہاں اپنے گھر میں یہ تجربہ نہ کیا ہو وہاں جماعت میں بھی یہ تجربہ نہیں ہوگا۔گھروں کو تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کی آماجگاہ بنا دیں۔یہاں یہ تعاون کی روح پرورش پائے پھر جب گھروں سے نکل کر گلیوں میں جائے گی تو اسی طرح تعاون کی روح ماحول کو تعاون کرنے پر مجبور کرتی چلی جائے گی۔یہ طاقتور اور غالب آنے والی روح ہے اور لازماً اس کو غلبہ نصیب ہوتا ہے۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ اس تعلق میں خواہ جلسوں کے انتظام ہوں،مہمانوں کا تعلق ہو،یہاں بھی آپ نے دیکھا ہر آنے والے سے تعاون کیا گیا ہے خواہ وہ جرمنی جماعت تھی یا Belgium کی جماعت تھی یا اکیلا کہیں سے آنے والا تھا۔قطع نظر اس کے کون آیا،کہاں سے آیا،اس کا حق کیا بنتا ہے؟ خدا کے فضل سے UK جلسے کی انتظامیہ نے ہر ایک سے تعاون کیا اور جرمنی میں بعینہٖ یہی ہوتا ہے،ایک ذرہ بھی فرق نہیں Belgium میں بعینہٖ یہی ہوتا ہے،ہالینڈ میں بالکل اسی طرح ہوتا ہے،ناروے میں اسی طرح ہوتا ہے۔جہاں جہاں میں جاتا ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پہلو سے میں جماعت کو بہت مستعد پاتا ہوں کہ ہر آنے والے کے ساتھ نیکی کی وجہ سے تعاون ہو رہا ہے اس سے کوئی غرض نہیں،کچھ دینا نہیں،تکلیف اٹھا کے بھی تعاون کیا جاتا ہے۔

پس اس میں ہماری زندگی کا راز ہے ہماری بقاء کا راز ہے اور قوموں میں جس اصلاح کے

لئے ہم مامور کئے گئے ہیں وہ اصلاح تب ہی ممکن ہوگی اگر ہم تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کی روح پر قائم ہوں۔ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کی ہدایت پیش نظر رکھیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین